باب نمبر 3

منصبِ نبوّت اور عقیدۂ مومن

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بُک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَحْمَدُکَ اَللّٰھُمَّ یَا اللّٰہُ خَلَقْتَنَا وَ ھَدَیْتَنَا وَ اَنْقَذْتَنَا مِنَ النَّارِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَ اَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَ نَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَ مَحَوْتَ الظُّلْمَۃَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ عَلٰی آلِکَ وَ اَصْحَابِکَ اَجْمَعِیْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَ عَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وعَمَّ نَوالُہٗ واَعْظَمَ شَانُہٗ واَتَمَّ برھانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب اربابِ فکرودانش، غیور اہلِ حق، اہلِ اسلام نہایت ہی محتشم حضرات وخواتین!

ربِ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو ادارہ "صراط مستقیم" کے فہمِ دین

کورس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ خالق کائنات آج کی ہماری اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع نہایت ہی اہم ہے اور وہ ہے

''منصب نبوت اور عقیدہ مومن''

میری دعا ہے کہ خالق کائنات اس نورانی صبح میں درس قرآن میں ہماری اس حاضری کو قبول فرمائے اور ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم اور اس کی ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے قرآن مجید کی سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۲۴ کا ایک حصہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کیا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (سورہ انعام، آیت نمبر ۱۲۴)

اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس جگہ پہ رکھے۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ فلاں شخص کو نبی بنا دیا جائے اور کچھ کہتے تھے ولید بن مغیرہ کو نبی بنا دیا جائے۔ کچھ کہتے تھے عروۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی بنا دیا جائے۔ ولید بن مغیرہ مکہ شریف کا ایک بڑا مالدار آدمی تھا۔ وہ کہتا تھا میری عمر بھی زیادہ ہے اور میرے پاس مال بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا مجھے نبی بنایا جائے۔ لوگوں کے مختلف زاویے تھے اور اس بارے میں اپنی تجاویز پیش کر رہے تھے کہ فلاں نبی ہونا چاہیئے فلاں نبی ہونا چاہیے۔

تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے یہ آیت نازل کر کے اس بات کو واضح کیا کہ میں جانتا ہوں منصب نبوت کیا ہے؟ اور اس کا اہل کون ہے۔ اس پر میں نے کس کو فائز کیا ہے یہ حقیقت میں ہی جانتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات جل جلالہٗ نے جب یہ حکم دے دیا

کہ آپ اعلان نبوت فرمائیں تو اُس وقت کفار مکہ کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آ رہی تھی جس کو قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ

(سورہ زخرف، آیت ۳۱)

وہ کہتے کہ قرآن مجید دو شہروں میں سے ایک بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا قریتین سے مراد مکہ شریف اور طائف ہیں۔

طائف میں ان کے نزدیک نبوت کا امیدوار عروہ بن مسعود تھا اور مکہ شریف میں نبوت کا امیدوار ولید بن مغیرہ تھا تو ان کے نزدیک نبوت کیلئے کوالیفیکیشن چاہیئے تھی وہ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں پوری کر رہے ہیں اور ان پر قرآن مجید کو نازل کرنا چاہیئے تھا۔ یہ زیادہ مالدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کہاں نازل کر دیا۔

وہ جو اپنے طور پر ایک نبوت کا منصب سمجھے ہوئے تھے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے ان کی بات کو رد کیا اور واضح کر دیا کہ میں جانتا ہوں میری یہ ذمہ داری کتنی بڑی ہے اور کتنے بڑے آدمی کو یہ دی جاتی ہے اور اُس کے اندر کتنی صلاحیتیں ہونی چاہئیں۔ ان سب چیزوں کا مجھے علم ہے اور اُسی کے مطابق میں اپنی رسالت عطا کرنے والا ہوں۔

اب دیکھیئے کہ:

اُس ماحول میں لوگوں کو منصب نبوت کا کیا پتہ ہوگا جبکہ منصب الوہیت سے وہ اتنے غافل تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب وہ ایک پتھر کی پوجا کرتے تھے اگر اُن کو اُس پتھر سے کوئی خوبصورت پتھر مل جاتا تھا تو وہ پہلے کو پھینک دیتے تھے اور نئے پتھر کی بندگی شروع کر دیتے تھے تو جن کے نزدیک معیار الوہیت اتنا گرا ہوا ہو وہ منصب نبوت کو کیا پہچان سکیں گے۔ وہ اپنی طرف سے لافزنی کر رہے تھے۔ خالق کائنات نے قرآن مجید میں منصب نبوت کو بیان بھی کر دیا اور واضح کر دیا کہ میں نے جن کو یہ تاج پہنایا ہے میں نے ازل سے اُن کو منتخب کر رکھا تھا اور اُن کے اندر یہ صلاحیتیں موجود ہیں

کہ انہیں ہی یہ تاج پہنایا جائے گا اور یہ نبوت کا آخری تاج ہے جو اُن کے سر پر سجایا گیا ہے اور اُن کو نبوت عطا کر دی گئی ہے۔

قرآن مجید کی آیات کا اگر سرسری جائزہ مرتب کیا جائے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کا مقام و مرتبہ اس بات کو معین کرتا ہے کہ معیار نبوت اور منصب نبوت کتنا بڑا ہے اور اس کیلئے مومن کو کس طرح محتاط رہنا چاہیئے اور اس کے بارے میں اپنا عقیدہ کیا رکھنا چاہیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اور آپ کا منصب نبوت میں جو مقام ہے اُس کیلئے اس آیت کریمہ میں غور کیا جائے جو سورہ فجر کی آیت نمبر ۷۲ ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ (پارہ ۱۴، سورہ الحجر، آیت ۷۲)

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمہاری عمر کی قسم بے شک وہ لوگ اپنے نشے میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ لفظ عَمر اور لفظ عُمر آپس میں دونوں مترادف ہیں۔ ہم اپنی زبان میں عمر کا لفظ بولتے ہیں کہ فلاں کی عمر اتنی ہے اور عمر کی لغت بھی موجود ہے۔

لَعَمْرُكَ

اللہ تعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کی قسم اٹھا رہا ہے اس پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانوں سے ایک ذات ہے کہ جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے۔

لَعَمْرُكَ

مجھے تمہاری عمر کی قسم ہے یہ قسم اس بات کو واضح کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کتنی تابناک تھی اور اُس کی کتنی عظمتیں تھیں۔ خالق کائنات جلّ جلالہٗ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو کتنی اپنی رضا عطا فرما رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا رہا ہے اور جس عمر کی قسم اٹھا رہا ہے اُس عمر کا ہر سال اُس عمر مبارک کا ہر مہینہ اور اُس عمر مبارک

کا ہر ہفتہ کی قسم اٹھا رہا ہے۔ اُس عمر کا ہر سال اُس عمر مبارک کا ہر مہینہ اور اُس عمر مبارک کا ہر ہفتہ اور اُس کا ہر گھنٹہ اور اُس کا ہر منٹ اور اُس کا ہر سیکنڈ اس لائق ہونا چاہیئے کہ رب اُس کی قسم اٹھا سکے اگر اُس عمر کا معاذ اللہ کوئی دن' کوئی گھنٹہ' کوئی لمحہ ایسا ہو کہ جس میں اللہ تعالیٰ ناراض ہوتو پھر اُس عمر کی قسم کیسے اٹھائی جا سکے گی۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری عمر مبارک کی قسم اٹھا کر اپنی طرف سے یہ واضح کر دیا کہ یہ وہ ذات ہے کہ جن سے میں ایک لمحہ بھی ناراض نہیں ہوا اور یہ وہ ذات ہے کہ جس نے ایک دن تو کیا ایک گھنٹہ تو کیا ایک سیکنڈ بھی میرے حکم کی نافرمانی نہیں کی یہ وہ ہیں کہ ہر وقت جنھوں نے میری خوشنودی کے کام کئے ہیں۔

ان کی زندگی اتنی عظیم ہے کہ میں خالق ہو کر بھی ان کی قسم اٹھا سکتا ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور زندگی کا جو لفظ میں بول رہا ہوں لفظ عُمر کا ترجمہ کرتے ہوئے'' تو اس میں یہ بھی ہے خواہ وہ اعلان نبوت سے پہلے کی ہے یا اعلان نبوت کے بعد کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل زندگی کی خالق کائنات جل جلالہٗ نے قسم اٹھا کر یہ واضح کر دیا کہ ان کے بارے میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ فلاں موقع پر ان کو فلاں جھڑکی میری طرف سے ملی یا معاذ اللہ اس طرح کا کوئی سلسلہ ہوا نہیں۔ پوری کی پوری زندگی اتنی عظیم ہے اور مومن کیلئے ماننا لازم ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو رب ذوالجلال نے اتنا مقام دیا ہے کہ زندگی کے ہر لمحے کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول بھی ہو رہا تھا اور خالق کائنات صرف اُن پر خوش ہی نہیں بلکہ اُن کی زندگی کے ہر لمحے کی قسم بھی اُٹھا رہا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مقدس زندگی جس کو خالق کائنات نے اس انداز میں بیان کیا اب ہمارے لئے اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ ہم کبھی بھی زبان کھولتے ہوئے اس مقدس زندگی کے کسی لمحے پر تنقید نہ کریں اور یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا کہ اللہ اُن کی زندگی کی قسم اٹھائے اور ہماری زبانوں سے ان کی زندگی کے کسی لمحے پر

تنقید ہو کہ فلاں وقت یہ ہو گیا تھا' فلاں وقت یہ ہو گیا تھا۔

خالق کائنات نے آپ کی زندگی کی قسم اٹھا کر منصب نبوت کی عظمت کو واضح کر دیا ہے اور قیامت تک کیلئے مسلم امہ کے ہر فرد کیلئے یہ لازم کر دیا ہے کہ کبھی بھی ان کی زندگی' ان کی ذات' ان کی صفات اور ان کی ہر حالت کے بارے میں کوئی نازیبا لفظ نہ بولو اگر کوئی ایسی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ قسم ہی نہ اٹھاتا۔ اللہ تعالیٰ خالق ہو کر جو ہر وقت ہر جہت سے واقف ہے اور ہر لمحے کے پیچھے جو محرکات ہیں وہ بھی جانتا ہے جب اُس نے ان کی زندگی کو اتنا عظیم قرار دے دیا ہے کہ اس کی قسم اٹھا رہا ہے۔ مومن تو آپ کا امتی ہے جب وہ خالق ہو کر اس کی قسم اٹھاتا ہے تو مومن کو اس مقدس زندگی کے ہر لمحے کے بارے میں اپنا ہر وقت یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر لمحے کو عظمت والا بنایا ہے اور کوئی سیکنڈ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی طرف کسی عیب کی نسبت کی جا سکے۔

دوسری طرف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (پارہ ۲۹، سورہ نوح، آیت ۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک تمہارے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا ہی نہیں۔ غیر ممنوں کا مطلب ہے غیر مقطوع، غیر منقوص جس میں کبھی نقصان نہیں ہوگا کبھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

خالق کائنات جل جلالہٗ آپ کو ایسا اجر عطا فرمانے والا ہے اور ایسے جملے اور ایسی آیت کے ساتھ اللہ نے اس بات کو ثابت کیا جس میں تاکید بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے معاملات کو بھی خالق کائنات جل جلالہٗ نے یوں بیان کیا ہے:

ایک تو ہے ایمان والوں کیلئے

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

(پارہ ۳۰، سورہ التین، آیت ٦)

ایمان والوں کیلئے بھی اجر غیر ممنون کو بیان کیا گیا ہے لیکن بالخصوص ایک ذات کو معین کر کے یہ بتا دیا کہ تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں ہے اور تمہارا اجر بے حساب ہے۔

وہ غیر مقطوع ہے کبھی اس کا اختتام ہو گا ہی نہیں اور کبھی اس کی انتہا ہی نہیں ہو گی یہ وہ خالق کائنات کا اعلان ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کے لحاظ سے کہ خالق کائنات اتنی عظمتیں دینے والا ہے کہ جن عظمتوں کا حد یا کنارہ کوئی انسان معلوم کر ہی نہیں سکتا۔ واضح اور کثیر عظمتیں آپ کو عطا کر دی گئیں ہیں۔

تو کسی بندے کی کیا مجال کہ ان عظمتوں کے انقطاع کے لحاظ سے بات کرتا ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی تنقید کرے یا کسی عیب کی نسبت آپ کی ذات کی طرف کرے۔ خالق کائنات نے اس آیت کریمہ کے اندر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور صفات اور آپ کے کردار اور آپ کے افعال کے لحاظ سے جو ہر قسم کے عیب کی نفی ہے اس نفی کو رب ذوالجلال نے واضح فرما دیا ہے۔

بالخصوص اس مقام پر یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے کہ خالق کائنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی بڑی شان عطا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے اس مقام پر یہ فرما رہا ہے:

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ تو یہ اصل میں جواب تھا

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (پارہ ۲۹، سورہ ن، آیت ۳،۲،۱)

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ آپ اللہ کی نعمت کی وجہ سے مجنوں نہیں ہیں مطلب کیا تھا کہ آپ کی صفتیں جب بیان ہو رہی ہیں اُس وقت بھی آپ کے اجر میں کوئی کمی نہیں لیکن جب آپ کسی کے اعتراض کا بوجھ اٹھاتے ہیں، کوئی شخص آپ پہ تنقید کرتا ہے۔ اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! اُس کی گور گردن اس تنقید سے جہنمی بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی تمہاری شان رکھی ہے کہ وہ جتنی آپ پر تنقید

کرے گا اللہ تعالیٰ اتنا ہی آپ کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔ چونکہ پیچھے تنقید کا معاملہ تھا کہ کچھ لوگوں جب آپ کو مجنوں کہہ کر آواز دی تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ ہم نے آپ کی شان اتنی عظیم بنا دی ہے کہ یہ معاملہ تو ایسا ہے یہ شخص اپنی طرف سے کوئی بات کرتا ہے تو اُس کیلئے جو وعید ہو گی اور جو عذاب ہو گا وہ اپنی جگہ لیکن تمہارے اس میں کوئی خسارہ نہیں ہے۔ ہم اس پر بھی ایسے اجر کا اعلان کر رکھا ہے۔ تمہارے لئے کہ بے حساب اور بغیر اعداد و شمار تمہیں عطا کرنے والا جس میں کبھی بھی کوئی کمی واقع نہیں ہو گی اور جس کا کبھی بھی اختتام نہیں ہو گا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اسی کے فوراً بعد فرما دیا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

کہ میں اپنی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں تم صاحب خلق عظیم ہو۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خلق آپ کیلئے یوں ہے جسے مولیٰ کیلئے مملوک کی حیثیت ہوتی ہے۔ خالق کائنات نے تمام اچھے اخلاق کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یوں بیان فرما دیا ہے۔

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا:

یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (پارہ ۲۲، سورہ یٰسین، آیت ۱، ۲، ۳)

یہاں پر جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ہے اس کو خالق کائنات جل جلالہٗ نے حتمی طور پر بیان فرما دیا۔ آپ سیدھے راستے پر ہیں ہر وقت آپ کو ثبات حاصل ہے اور دوسرے مقام پر خالق کائنات جل جلالہٗ نے یہ بھی فرما دیا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ (پارہ ۱۷، سورہ الحج، آیت ۶۷)

آپ صراط مستقیم پر بھی ہیں اور ہدایت مستقیم پر بھی ہیں تو ان آیات کے اندر اُس شان کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے۔

اور صرف یہ ہی نہیں سینکڑوں آیات بلکہ پورا قرآن مجید ہی ایسا ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کو بیان بھی کر رہا ہے اور اس چیز کو بھی ہمارے لئے واضح کر رہا ہے کہ ہمارا عقیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے لحاظ سے کتنا واضح ہونا چاہیئے کہ نہ تو آپ کی ذات پر کوئی تنقید ہو اور نہ ہی آپ کی صفات پر کوئی تنقید ہو نہ ہی آپ کی تعلیمات پر تنقید ہو اور نہ ہی تنقید واضح لفظوں میں ہو اور نہ ہی اشارہ اور کنایہ کے لحاظ سے ہو اور کسی طرح بھی کوئی ایسا انداز ہی نہیں ہونا چاہیئے کہ جس سے یہ لگے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر کوئی کلمہ کہا جا رہا ہے۔ اس انداز میں ہر وقت ماننا لازم ہے کہ کوئی بھی عیب کی نسبت کبھی بھی معمولی سی عیب کی نسبت آپ کی ذات و صفات اور کردار کی طرف نہ ہونے پائے تو یہ وہ عقیدہ ہے جو قرآن و سنت نے مومن کیلئے واضح کیا ہے۔

اب اس سلسلے میں مسلم شریف کی ایک حدیث شریف عرض کرتا ہوں جس سے یہ ثابت اور واضح ہوگا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ایسا کام کیا ہو کہ جس پر کسی کو تنقید کرنے کی کوئی گنجائش مل جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اتنا بلند و بالا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں:

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ (مشکوٰۃ المصابیح، باب فی الوسوسۃ، ص ۱۸)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے اجتماع میں بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرام سے ارشاد فرما رہے تھے اور یہ خطاب پوری انسانیت کو تھا کہ اے انسانو! تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان بھی ہوتا ہے اور ایک فرشتہ بھی ہوتا ہے۔ اُس فرشتے کی ڈیوٹی بھی انسان کے ساتھ لگا دی گئی ہے اور اُس جن کی بھی ڈیوٹی انسان کے ساتھ لگا دی گئی ہے۔

جنؔ سے مراد یہاں شیطان ہے اور جو اُس کی ذریت ہے ہر بندے کے ساتھ شیطان کی بھی ڈیوٹی ہے اور فرشتے کی بھی ڈیوٹی ہے۔ فرشتہ اُس کو نیکی کی طرف مائل کرتا ہے اور شیطان اُس کو بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر وقت یہ دونوں انسان کیلئے قرین ہیں جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اگر فرشتہ غلبہ پا جاتا ہے تو وہ بندہ مومن اچھی عادات والا ہوتا ہے اور اگر شیطان کے کہنے کو انسان زیادہ مانتا ہے تو وہ فاسق و فاجر ہوتا ہے یا کافر بن جاتا ہے جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات صحابہ کرام کے سامنے بیان کی تو عجیب سوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے پوچھ لیا:

وَاِیَّاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ باب الوسوسۃ ص۱۸)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ منصب نبوت کو کتنا حساس سمجھتے تھے۔

آج کا کوئی شخص ہوسکتا ہے یہ کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کیلئے یہ بیان کر دیا ہے تو پھر آپ کا بھی یہی حکم ہوگا۔

صحابہ کرام نے پہلے جملے سے یہ فیصلہ نہیں کیا بلکہ باقاعدہ سوال کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی ذات مبارکہ کا بھی یہی معاملہ ہے کہ آپ کے ساتھ کسی شیطان کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے جو آپ کے ساتھ رہتا ہو اور معاذ اللہ آپ کو وسوسے ڈالتا ہو جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاِیَّایَ

آپ نے فرمایا ہاں "میرے صحابہ! میرے ساتھ بھی ایک شیطان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی

لٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ

لیکن میرے صحابہ پھر کیا ہوا شیطان میرے پاس آیا تو تھا لیکن شیطان ہو کے میرے قرب کی وجہ سے وہ شیطان رہ نہیں سکا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی اُس کی میرے ساتھ ڈیوٹی لگی تو تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی پاور دی' اتنی طاقت دی ہے' اتنا رعب دیا ہے کہ

فَاَسْلَمَ

شیطان ہو کے میرا کلمہ پڑھ گیا۔ فاسلم اُس نے کلمہ پڑھ لیا وہ بھی مطیع ہو گیا اور فرمانبردار ہو گیا وہ تھا تو شیطان لیکن جب میرے پاس آیا تو میری صحبت اس پر بھی اثر کر گئی وہ اور ہیں کہ جن پر شیطان کے تیر چلتے ہیں اور شیطان وسوسات ڈالتا ہے اور راستے سے بھٹکاتا ہے اور اللہ کی اطاعت سے دور لے جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''میرے ساتھ شیطان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی اور یہ تقاضا تھا تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ محبوب وہ ہیں جن کے خلاف شیطان حملہ کرنے نکلا تھا لیکن اللہ نے ان کو اتنی طاقت دی ہے کہ وہ شیطان کافر نہیں رہ سکا۔ بلکہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

لَا يَأْمُرُنِي اِلَّا بِخَيْرٍ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الوسوسۃ، ص ۱۸)

اب مجھے شیطان مشورہ تو دیتا ہے مگر نیکی کا مشورہ دیتا ہے، کبھی بھی مجھے مشورہ برائی کا نہیں دیتا' کبھی بھی مجھے مشورہ غفلت کا نہیں دیتا' کبھی بھی مجھے بھٹکانے کی بات نہیں کرتا' کبھی بھی مجھے راہ راست سے ہٹانے کی بات نہیں کرتا۔ وہ میرے ساتھ لگایا گیا تھا جو فرشتے میرے ساتھ ہیں اُن کی عظمتیں اپنی جگہ پر ہیں کہ انہیں میری وجہ سے اتنی عظمتیں ملی ہیں لیکن وہ شیطان جس کی میرے ساتھ ڈیوٹی لگائی گئی تھی اس نے میری اطاعت کو قبول کر لیا ہے اور اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

اب شیطان ہونے کے باوجود جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو اب صورتحال یہ ہے کہ اب یہ مجھے اچھائی کا مشورہ دیتا ہے' کبھی بھی مجھے برائی کا مشورہ نہیں دیتا اب اس حدیث صحیح سے وہ سارے وسوسات دور ہو گئے۔

جو آج کے کچھ لوگوں کی اختراع ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاذ اللہ ہم جیسے ہیں' اُن پر بھی شیطان کا حملہ ہو جاتا ہے وہ بھی یہ کر سکتے ہیں وہ بھی فلاں کام

کر سکتے ہیں۔ اُن سے بھی فلاں صغیرہ ہو سکتا ہے یا فلاں مقام پر بھٹکنے کا احتمال موجود ہے جب میرے محبوب علیہ السلام نے واضح کر دیا کہ ڈیوٹی تو اُس کی میرے ساتھ تھی اور وہ بھی تقاضا خداوندی کی برابری تھی اور اللہ نے مجھے اتنی طاقت اور اتنی توفیق دی ہے کہ میں نے اس پر اپنے ایسے اثرات مرتب کر دیئے ہیں۔

فَاَسْلَمَ اب اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ جس نے بھٹکانا تھا اب وہ خود راہ راست پہ آ چکا ہے تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ آپ کی ذات وصفات اور آپ کے کردار اور آپ کے افعال اور معمولات میں ایسی کمی ہو جو دوسرے عام لوگوں میں معمولی خلاف اولی باتیں آ سکتی ہیں۔ ایسا اب وہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس واسطے جو بھٹکانے والا تھا وہ آپ کی نورانیت کے عکس کی وجہ سے راہ راست پہ آ چکا ہے۔

صحیح مسلم میں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

فَاَسْلَمَ

اس کو محدثین کرام نے دو طرح پڑھا:

ایک وجہ فَاَسْلَمُ مضارع کے صیغے کے ساتھ مجہول پڑھا گیا۔

اب اس وقت اس کا معنی یہ ہوگا کہ میرے ساتھ شیطان تو لگایا گیا لیکن میں اس سے محفوظ رکھا گیا' اُس کا کوئی بس مجھ پر نہیں چلتا' میں سلامت رکھا گیا ہوں' میں اس سے سالم ہوں' مجھ پر اُس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ:

فَاَسْلَمَ فعل ماضی کے ساتھ پڑھا ہے۔

اب اس کے مطابق اس کے دو معانی ہیں

(۱) اَسلم کا ایک معنی ہے کہ وہ مطیع ہو گیا' فرمانبردار ہو گیا' اگر چہ اب بھی وہ شیطان

ہے اگر چہ اب بھی کافر ہے لیکن وہ میرا مطیع ہو گیا ہے۔ اب وہ میری نافرمانی اور سرکشی نہیں کرتا، بغاوت نہیں کرتا کہ میں راہ راست پر جا رہا ہوں اور وہ مجھے سامنے رو کنے کی کوشش کرے، وہ مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔

اس میں اطاعت بھی آسکتی ہے اور اسلام لانا بھی آسکتا ہے۔

(۲) اسلم کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ اگر چہ شیطان تھا لیکن یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا مقام ہے کہ جن کے دربار میں شیطان بھی آیا تو آپ نے اُس کو بھی اسلام عطا فرما دیا۔

اسلم پر بحث کرتے ہوئے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں لکھا:

کہ یہ معنی لینا کہ شیطان نے اسلام قبول کر لیا تو یہ کوئی بعید نہیں ہے اس پر تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صحیح معنی ہے کہ شیطان گمراہ کرنے کیلئے آیا تو تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آتے ہی اُس کو اسلام نصیب ہو گیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث ایسے محقق ہیں جو علی الاطلاق محقق ہیں اور برصغیر پاک و ہند کے پہلے جامع محدث ہیں۔

وہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۸۱ پر ارشاد فرماتے ہیں:

ہیچ محل استبعاد نیست در آن کہ مولی تعالیٰ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خود را
بایں فضل و کرامت ممتاز و مخصوص گردانیدہ باشد

(اشعۃ اللمعات جلد ۱، ص ۸۱)

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اللہ کی قدرت سے کیا بعید ہے اور وہ تو شانیں اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرماتا ہے تو اُس نے اپنے محبوب کو یہ عظمت بھی عطا فرما دی کہ اوروں کے شیطان تو ان کو بھٹکاتے ہیں اور ان کے پاس جو شیطان آیا تھا تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اُس شیطان کو بھی اسلام عطا فرما دیا۔

اس پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دلیل پیش کی:

اَلْعِلَلُ الْمُتَنَاهِيَه میں ابن جوزی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

كَانَ شَيْطَانُ آدَمَ كَافِراً وَ شَيْطَانِيْ مُسْلِماً

آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہا السلام کس شیطان تو کافر تھا، لیکن میرا شیطان بھی مسلمان ہے:

كَانَ شَيْطَانُ آدَمَ كَافِراً

حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا۔

یہ یاد رکھیں کہ ابلیس ایک وہ جزی حقیقی آگے اُس کی ذریت میں سے ہر ایک ابلیس اور شیطان کہا جا سکتا ہے خود ابلیس کو بھی شیطان کہا جا سکتا اور اُس کی ذریت کو بھی شیطان کہا جا سکتا ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں ''جو شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تھا وہ تو کافر تھا' اُسی کی اولاد میں اگر چہ اُسی کی اولاد ہونے کے لحاظ سے اُس کو شیطان ہی کہا جائے گا۔ لیکن میرے ساتھ آنے کی وجہ سے اُس کو مسلمان کہا جائے گا۔ شیطان چونکہ یہ میری طرف منسوب ہوگیا ہے یہ میرے پاس آ گیا ہے۔

شَيْطَانِيْ مُسْلِمًا ۔ اتحاد سادہ المتقیں میں بھی اس کو روایت کیا گیا ہے۔

اَلنِّهَايَةُ الْجَزْرِيَةُ . میں اس کو روایت کیا گیا ہے۔

اس سے بھی اس معنی کی وضاحت ہوگئی' اس کی تائید ہوگئی کہ اسلم کا معنی یہ کرنا کہ وہ مسلمان ہوگیا اور دوسرے مقام پر حدیث شریف اس کی وضاحت کر رہی ہے کہ وہ آیا تو تھا۔ میرا قرین شیطان اور فرشتے کو بتایا تو گیا تھا لیکن

فَاَسْلَمَ

میری تجلیاں جب شیطان پہ پڑی ہیں تو وہ میرے ساتھ کافر نہیں رہ سکتا اللہ تعالیٰ نے میرے قرب کی وجہ سے اُس کو اسلام عطا فرمادیا ہے۔

یہ مختصر سی گفتگو جو تھی وہ منصب نبوت کے متعلق تھی۔ اس کو قرآن وسنت، آیات اور ایک حدیث سے ثابت کیا اور اس سے پتہ چلا کہ وہ لوگوں کی محض خرافات ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی کمی کی نسبت کی جائے اور کسی طرح کے وسوسے یا پھسلن یا اسی طرح کی کسی بات کو منسوب کیا جائے۔ ہرگز ایسا نہیں جب وہ باعث ہی ختم ہو گیا وہ علت ہی ختم ہو گئی تو اب اُس کا کوئی اثر مرتب کیا ہو گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسی واسطے اتنی عظیم قرار پائی ہے کہ خالق کائنات نے اعلان نبوت سے پہلے کی زندگی یا اعلان نبوت کے بعد کی زندگی اور اس میں سے ہر لمحے کو اتنا عظیم قرار دیا کہ خود رب ذوالجلال نے اُس کی قسم اٹھالی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت کو یہ حکم دے دیا:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۹)

کہ تم پر یہ لازم ہے کہ تم اس محبوب علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر کرو۔ یہ وہ فرض ہے جو ہر سانس میں فرض ہے کچھ فرائض زندگی میں ایک بار کچھ سال میں ایک بار ہیں اور کچھ فرائض دن میں پانچ بار ہیں لیکن یہ فرض مومن پر زندگی کے ہر سانس میں ہے کہ بندہ مومن تب رہے گا جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عیب سے پاک مانتا رہے گا اور اس عقیدے پر برقرار رہے گا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کو معمولی سا بھی عیب قرار دیا جا سکتا ہو۔ اپنا عقیدہ مستحکم رکھنے سے ہی بندہ اپنے ایمان کی لذت کو محسوس کر سکتا ہے اور ایمان اُس کو برقرار رہ سکتا ہے۔ اگر معمولی سی لغزش بھی منصب نبوت کے بارے میں ہو جائے گی تو اُس کو کہیں دور پھینک دیا جائے گا۔

رب ذوالجلال نے تو یہ بھی برداشت نہ کیا:

کہ جب صحابہ کرام راعنا کہہ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ

کرنا چاہتے تھےتو پھر یہی بات منافقین بطور گالی استعمال کر رہے تھے۔

تو خالق کائنات نے ان صحابہ کو بھی اس لفظ کے کہنے سے منع کر دیا کہ اگر چہ تم تو اچھے معنی میں لیتے ہو کہ اے نبی ہماری رعایت کرو، ہمیں بھی ساتھ ملا لو جو تم بول رہے ہو، ذرہ ٹھہر جاؤ ہم اس کو لکھ لیں۔ اللہ فرماتا ہے اگر چہ تم تو رعایت والا معنی لیتے ہو منافقین گالی والا معنی لیتے ہیں۔ ہم ایسا لفظ بھی محبوب کے بارے میں برداشت نہیں کرتے کہ جس کا ایک معنی خرابی والا ہو۔

اس کے بعد اے میرے محبوب کے صحابہ تم راعنا نہ کہو بلکہ تم انظرنا کہو۔ یہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ ہے کہ صحابہ کرام کو بھی حساس کر دیا گیا اگر چہ نیت تمہاری بالکل ٹھیک ہے لیکن اب یہ لفظ بولنا تم پر حرام ہے۔ اس کے بعد جو یہ لفظ بولے گا اس کا ایمان ختم ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ مقام نبوت کیلئے زیادہ سے زیادہ محتاط رویہ ضروری ہے۔ جب خالق کائنات کو یہ بھی برداشت نہیں جس لفظ کے دو معنی ہیں ایک معنی بُرا ہو اور دوسرا معنی اچھا ہو اور بولنے والے اچھے کی نیت سے بول رہے ہوں۔ اللہ فرماتا ہے پھر بھی مجھے یہ لفظ پسند نہیں تم صرف وہ لفظ بولو جس میں صرف اچھا معنی ہو، دوسرا معنی اُس میں موجود ہی نہ ہو۔ وہ لفظ تم بولو جس کا ہر معنی عظمت و تجلی پر مشتمل ہو۔ وہ لفظ بول کے میرے نبی علیہ السلام کی شان بیان کرو۔

مومن کا عقیدہ:

مومن کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہونا چاہیئے کہ جس میں بظاہر اعتراض کی گنجائش بنتی ہو، مومن کی یہ شان نہیں کہ اُس کو اعتراض کی شکل میں بیان کرے یا لوگوں کے ذہن میں وسوسے پیدا کرے نہیں نہیں بلکہ اُس کو اپنے ذہن کی سوئی وہیں رکھنی چاہیئے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کا مقام ومرتبہ عیب سے پاک ہے یہ جو بات سامنے آگئی ہے یہ سمجھنے کے لائق ہے اس کو سمجھو اور یہ ہمارا دعویٰ ہے۔

رب کعبہ کی قسم قرآن وسنت میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس کا کوئی عیب نکلتا ہو جہاں کوئی عیب کسی کو نظر آئے گا وہاں توجہ کریں گے تو عظمتوں کے کئی گلستاں آباد نظر آئیں گے۔اب دیکھئے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے اجتماع میں بیٹھے ہیں۔

جامع ترمذی اور ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ (جامع الترمذی، باب دعا یامقلب القلوب، حدیث ۳۵۲۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر ص ۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ اے دلوں کو بدل دینے والے

ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ (جامع الترمذی باب دعا مقلب القلوب حدیث ۳۵۸۷)

میرا دل اپنے دین پر پکا رکھ۔

اپنے دین پر میرے دل کو پکا رکھ تو دلوں کو بدلنے والا ہے۔مگر میرا دل یہیں پکا رکھ۔میرے دل کو تبدیل نہ کر، یہ دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود مانگتے ہیں۔

ثَبِّتْ قَلْبِىْ میرا دل دین پر ثابت رکھ

شاید آج کے ماحول کا کوئی بندہ یہ بات سنتا تو کہتا کہ دیکھو رسول پاک کو بھی اپنے دل کا خطرہ ہے اور ہر وقت یہ دعائیں مانگتے ہی رہتے ہیں کہ اے اللہ! میرا دل کو یہیں ثابت رکھ کیا آپ کو اپنے بارے میں خطرہ ہے کہ کہیں میرا دل صراط مستقیم سے ہٹ نہ جائے، یہ کوئی بعید نہیں۔آج کے ماحول میں ایسے عناصر موجود ہیں آپ اس کے گواہ ہیں جو ایسی باتوں سے فوراً ایسے نتائج اخذ کرتے ہیں اور اس سے بھی کہیں بڑی باتیں

کر جاتے ہیں مگر میں قربان جاؤ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدہ پر جب اُن کے مجمع میں بار بار یہ دعا مانگی گئی تو اُن میں سے کسی شخص نے بھی یہ اخذ نہیں کیا کہ نبی علیہ السلام اپنی بات کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس لفظ سے اپنا معاملہ سمجھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ صحابہ کے بارے میں نہیں بول رہے تھے بلکہ اپنے بارے میں بول رہے تھے '' ثبت قلبی '' یہ نہیں فرمایا '' ثبت قلوبنا '' اے اللہ ہمارے دلوں کو ثابت رکھ۔ دعا یہ ہے کہ ثبت قلبی اے اللہ میرے دل کو اپنے دین پہ ثابت رکھ۔

لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سوال کیا تھا قربان جاؤ منصب نبوت کو سمجھنے والے اُس کو کتنا سمجھتے ہیں اور اُس پر کتنا پہرہ دیتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں '' میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''

آمَنَّا بِکَ ہم آپ پر ایمان لے آئے

آمَنَّا جِئْتَ بِهٖ اور ہم آپ کی شریعت پر بھی ایمان لے آئے۔ ہم نے آپ کو بھی مانا اور آپ کی شریعت کو بھی مانا۔

فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا کیا آپ کو ہمارے بارے میں کوئی خطرہ ہے کہ ہمارا دل ہٹ جائے گا۔

تَخَافُ عَلَيْنَا یہ جملہ بڑا قابل غور ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بات ثَبِّتْ قَلْبِيْ سے کی کہ میرا دل ثابت رکھ ادھر صحابہ کہتے ہیں تخاف علینا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ جو دعائیں مانگتے ہیں یہ بات ہماری ہے۔ بات آپ کے دل کی نہیں، یہ بات ہمارے دل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں صحابہ نے یہ نہیں سمجھا کہ ان کو ابھی تک معاذ اللہ پک اور یقین نہیں کہ میرا کیا بنتا ہے اور بار بار ثبت قلبی کہتے ہیں۔

کسی کو یہ خدشہ ہی نہیں ہوا۔ صحابہ کرام سمجھ گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل کی دعا مانگ رہے ہیں۔ حقیقت میں ہمارے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔

هَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا

اگر یہ اندیشہ سرکار کے بارے میں ہوتا تو ان کا سوال یہ ہوتا وہ کہتے

هَلْ تَخَافُ عَلٰى نَفْسِكَ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ابھی تک آپ کو اپنے بارے میں بھی خطرہ ہے کہ دل ہدایت سے ہٹ جائے گا، کسی صحابی نے یہ جملہ کہ جس سے ظاہر طور پر یہ اخذ کیا جا سکتا تھا مگر کسی نے بھی یہ مطلب اخذ نہیں کیا۔ انہوں نے سمجھا ہوا تھا کہ ایسے معاملے ہمارے لئے ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ یوں دعا کر رہے ہیں کہ ثبت قلبی اے اللہ! میرے دل کو ثابت رکھ لیکن مراد یہ ہے کہ میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے دلوں کو ثابت رکھ۔

اس بات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر منطبق نہیں کیا کہ وہ یہ چرچا شروع کر دیتے کہ ہمارے نبی علیہ السلام دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں کب ان کا دل معاذ اللہ دین سے ہٹ جائے۔ ایسا کسی قسم کا کوئی خدشہ اُن کو نہیں ہوا جس طرح کہ آج کے پروپیگنڈے شروع ہو جاتے ہیں۔ تمام صحابہ اتفاق سے ماننے والے ہیں کہ ایسے الفاظ سے مراد اُمت ہوتی اُن کی نسبت اُمت کی طرف ہوتی ہے اور اُن کا معاملہ امت کی طرف ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دعا کو اپنے بارے میں سمجھا اور پوچھا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو ہمارے بارے میں خوف ہے'' تو آپ نے فرمایا:

نَعَمْ ہاں مجھے تمہارے بارے میں ہے۔

یہ یاد رکھو میرے محبوب علیہ السلام نے بالآخر یہ گارنٹی بھی دے دی تھی۔

بخاری شریف میں ہے:

وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

(بخاری شریف ۱/۵۸۵، مکتبہ قدیمی)

میرے صحابہ اب مجھے تمہارا کوئی خطرہ ہی نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک بنو گے تم مشرک نہیں بنو گے، میں گارنٹی دے رہا ہوں۔ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔ اُس وقت ابھی ابتدائی مراحل تھے اور اُن کو ابھی مزید تیار کرنا چاہتے تھے اور پکا کرنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اُس کے تصرفات کا بیان کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

اِنَّ الْقُلُوْبَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰہِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر ص۲۲)

اس واسطے مجھے تم پر خوف ہے کہ بندے کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جو اُس کی شان کے لائق انگلیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جیسے چاہتا ہے دلوں کو بدلتا ہے۔ تو اس واسطے میں تمہارے لئے دعا مانگ رہا ہوں تا کہ تمہارے دل مستحکم رہیں اور پکے رہیں اور نتیجتاً آپ نے یہ ارشاد فرمایا: قسم اٹھا کے

وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

خدا کی قسم ہے مجھے تمہارے مشرک ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اب تم کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کرو گے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی محبت آ جائے اور تم اُس میں لگ جاؤ لیکن اب تم میں کبھی شرک نہیں آ سکے گا تو مطلب یہ تھا اس حدیث کو بیان کرنے کا کہ کوئی ایسا لفظ حدیث شریف میں آ جائے کہ جس میں کوئی ایسی صورتحال نظر آ رہی ہو۔ مومن کی یہ شان نہیں کہ اُس سے اعتراض اخذ کرے۔ مومن کی یہ شان ہے کہ اُس کو اس پس منظر میں دیکھے جس طرح پہلے مومنین نے دیکھا ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا

(پارہ۱، سورہ البقرہ، آیت ۱۳۷)

اگر ایمان چیک کرنا چاہتے ہو۔صحابہ کرام جیسا ایمان بنالو پھر ایمان معتبر ہوگا تو
اُن کا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ جہاں لفظ میں گنجائش بنتی بھی تھی لیکن انہوں نے وہاں
گنجائش کسی قسم کی نہیں آنے دی اور اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ بات رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کے قلب اطہر کی نہیں بلکہ ہمارے دلوں کی بات کی جارہی ہے اور وہ بھی ایک جہت
کے لحاظ سے ورنہ بعد میں اُن کے دلوں کے بارے میں بھی اپنی بشارت کی خبر عطا فرما دی۔

اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے لحاظ صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کا جو عقیدہ ہے اور اُس کی ایک تفصیلی حیثیت ہے اُس کو بھی بخاری شریف
بیان کیا گیا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے مقام پر تشریف فرما تھے
۔بخاری شریف جلد ا،ص ۳۷۹ ،پر یہ حدیث شریف ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تشریف فرما ہیں۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشرکین کی طرف سے سفیر بن کر حدیبیہ آئے ہوئے
تھے۔انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخصیت کا جنہوں کا کلمہ پڑھ لیا اور اُن کا نبی مان لیا
اب وہ اُن کا ادب کیسا کرتے ہیں۔

منصب نبوت کے بارے میں اُن کا عقیدہ کیا ہے۔منصب نبوت کے بارے
میں یہ جو پہلے مسلمان ہیں ان کا عقیدہ کیا ہے؟

صحیح بخاری میں وہ حقیقت موجود ہے۔اللہ کے فضل سے آپ کو تسکین حاصل
ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی وہ چمک آج ہمیں عطا فرما
رکھی ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عروہ بن مسعود آئے وہ پکے مشرک تھے اور
ابتدائی گفتگو میں پہلی کوئی باتیں گڑ بڑ بھی کرتے رہے جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ
عنہ کو غصہ آیا تو تلوار کی نوک سے اُن کو پیچھے ہٹایا اور ایک بہت سخت جملہ بھی اُن کے
بارے میں بول دیا۔

اس انداز میں عروہ بن مسعود بیٹھے ہوئے تھے کہ اپنی آنکھ کے آخری حصے کے

ساتھ نگاہیں پھیر کے دیکھ رہے تھے کہ یہ جو لوگ کلمہ گو ہیں نبی علیہ السلام کو ماننے والے ہیں ۔یہ کیا مانتے ہیں ۔ ماننے کا مطلب کیا ہے جب کسی کو نبی تسلیم کر لیا جاتا ہے تو اُس کو کیا مانا جاتا ہے ۔ یہ وہ مشاہدہ کر رہے تھے تا کہ وہ قریش کو جا کے بیان کریں کہ یہ صورتحال تھی میں بادشاہوں کے دربار میں بھی گیا ہوں اور میں ایک پیغمبر کی بارگاہ میں بھی آیا ہوں میں ان کے درمیان فرق کرنا چاہتا ہوں ان دونوں درباروں میں فرق کیا ہے؟

عروۃ بن مسعود حدیبیہ میں بیٹھ کے سب کچھ دیکھتے رہے جب واپس پہنچے تو اُس نے یہ بات بیان کر دی کہنے لگے:

مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۳۷۹، قدیمی کتب خانہ)

گفتگو کے آغاز میں اچھی گفتگو کی کہنے لگا

وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَی الْمُلُوْکِ

میں بہت سے بادشاہوں کے پاس گیا۔

وَفَدْتُّ عَلٰی قَیْصَرَ وَ کِسْرٰی وَالنَّجَاشِیْ

میں قیصر کے پاس بھی گیا۔ میں نجاشی کے پاس بھی گیا میں کسریٰ کے پاس بھی گیا اگرچہ یہ اُس وقت مشرک تھے اللہ کی قسم اٹھا کر کہنے لگے:

وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا یُعَظِّمُ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خدا کی قسم ہے میں نے آج تک کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جتنی تعظیم مسلمان اپنے نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں۔

اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا

میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا۔

یُعَظِّمُ اَصْحَابُہٗ

اُس کے اصحاب ، اُس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں۔

مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا

جو تعظیم اصحاب رسول نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں اتنی تعظیم میں نے کسی دربار میں نہیں دیکھی۔ میں قیصر کے پاس گیا، کسریٰ کے پاس گیا' میں نجاشی کے پاس گیا' میں نے ایسی تعظیم کہیں نہیں دیکھی جتنی تعظیم یہ صحابہ اپنے نبی علیہ السلام کی کرتے ہیں۔

اب غور سے اس بات کو سننا اور یہ آج بھی حق کا معیار ہے۔ منصب نبوت اور عقیدہ مومن کے لحاظ سے کہ وہ پہلے مومن جنکا ایمان رجسٹرڈ ایمان تھا اور اللہ نے جس ایمان کو معیار بنا رکھا تھا۔

عروہ بن مسعود نے جو کچھ دیکھا تھا وہ سب کچھ اُس نے قریش کو بتا دیا۔

صحابہ کرام کے عقیدے کا عروہ بن مسعود پر اتنا اثر ہوا۔ حضرت عروہ بن مسعود کے دلوں سے بتوں کی محبت ختم ہو گئی۔ اُن کے دل پر اسی محبت کا جھنڈا لہرانے لگا۔ جس شخص کو قریش نے نبوت کا امیدوار بنایا ہوا تھا اور جھگڑے کرتے تھے۔ اے اللہ تو نے اس کو نبی بنانا تھا۔ یہ نبوت کے زیادہ لائق ہے تو اللہ تعالیٰ فرمارہا تھا:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

مجھے زیادہ علم ہے کہ میری رسالت کس کے پاس ہونی چاہیئے اور نبوت کس کو دوں گا۔ جس عروہ کو تم نبی بناتے ہو یہ تو میرے نبی کی غلامی کا امیدوار بننے والا ہے اور واقعی وہ غلام بن گئے اور منصب شہادت پر بھی فائز ہوئے۔

یہ عروہ بن مسعود حدیبیہ میں صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھ کر جب واپس پہنچا تو اس نے سب کچھ بیان کر دیا' سب سے پہلا جملہ یہ تھا:

مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ

اے قریش میں حیران رہ گیا ہوں لوگ اپنے محبوب سے پیار کرتے ہی رہتے ہیں لیکن میں نے آج وہ محبوب دیکھے ہیں اُن کی ایسی تعظیم دیکھی ہے کہ جس تعظیم کی

مثال مجھے کائنات میں نظر نہیں آئی ۔ میں جہاں دیدہ انسان ہوں، میں نے آج پہلی بار دیکھا اب حدیبیہ سے ہو کے آیا ہوں یہ مسلمان اپنے نبی کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد اُنکو اتنا عظیم سمجھتے ہیں کہ ان کے محبوب علیہ السلام جب اپنے ہونٹوں سے اپنا تھوک مبارک جدا کرتے ہیں ۔ ان کے صحابہ اُس کا بھی ادب کرتے ہیں ۔ اُس تھوک مبارک کی بھی تعظیم کرتے ہیں ۔ کیسے ادب کرتے ہیں کہ اُس کو زمین پہ نہیں گرنے دیتے، اپنی ہتھیلیوں پہ سجاتے ہیں اور ہتھیلی پہ لینا بھی اگر چہ بڑا ادب ہے ۔ ہتھیلی پہ لے کے کپڑے سے صاف کرلیا جائے ۔ عروہ کہتے ہیں میں دیکھتا رہا ہوں ایسا بھی نہیں کہ وہ لعاب ہتھیلیوں پہ لے کے رومالوں سے صاف کر دیں ۔

دَلَکَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ

جس کو ملتا تھا وہ ماتھے پہ لگا لیتا تھا ۔

اب عقیدہ مومن کس انداز میں نمایاں ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والے لوگ جنہوں نے براہ راست دین حاصل کیا آج تو ہمیں طعنے مل سکتے ہیں کہ تم غلو نے کرلیا ہے ۔ تم یہ پرست ہو گئے یہ تو ہم پرستی ہے ۔ اب ان کو کون تو ھم پرست، کہے گا، کوئی نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ حق پرست لوگ ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں ۔ اگر کوئی بات ہوتی تو فوراً آپ اُن کو روک دیتے ۔ آپ نے صحابہ کو روکا نہیں بلکہ خوشی کا اظہار کیا ہے ۔ اب یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہیں، جب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو وصول کیا تھا تو کیا بتا رہے تھے لوگو یہ نہ سمجھنا کہ یہ ہمارے جیسے ہیں ہم ان جیسے ہیں ۔ جن کے لعاب کی مثال نہ ہو اُس رسالت مآب کی مثال کہاں سے آئے گی ۔

لعاب دہن کی تعظیم ہو رہی ہے اور اُس کا ادب ہو رہا ہے اور عقیدہ مومن واضح کیا جا رہا ہے ۔ وہ عقیدہ مومن کہ جس کو دیکھ کر کٹر مشرک مومن ہو گیا ۔ وہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے منصب نبوت اتنا عظیم سمجھا ہوا تھا کہ اب جن کا کلمہ پڑھ لیا

ہے۔اُن کے لعاب دہن کی بھی تعظیم کرنی چاہیئے اور نخامۃ گاڑھے تھوک کو کہتے ہیں۔ پتلا تھوک اتنا نفرت والا نہیں ہوتا جتنا بلغمی اور گاڑھا تھوک قابل نفرت ہوتا ہے لیکن یہاں میرے محبوب علیہ السلام کا جو تھوک ہے وہ تھوک تو نہیں تھا بلکہ وہ تو گل مقدس کی پتیوں پر لوح محفوظ کا شبنم تھا اور چشمہ رحمت کی جھاگ تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہونٹوں سے یہ جھاگ جدا ہوتا ہے۔ صحابہ نیچے نہیں گرنے دیتے' ہاتھوں پہ لگا کر صحابہ قیامت تک کے آنے والے لوگوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ ان کا لعاب دہن بھی اتنا برکت دیتا ہے کہ ہم ہاتھوں پہ لگا کر سورج چاند ستاروں سے مقابلہ کر رہے ہیں اور بعد میں آنے والو یہ عقیدہ رکھنا کہ جس کے لعاب کی مثال نہیں ملتی' اُس رسالت مآب کی مثال کیسے آسکے گی۔

اب اس مقام پر اختصار ملحوظ خاطر ہے۔

دوسرے نمبر پر عروہ بن مسعود کہنے لگے اے قریش میں نے ان کے صحابہ کو دیکھا۔

اِذَا اَمَرَھُمْ فَابْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ

وہ ایسے بھی نہیں کہ وہ لعاب دہن سے تو پیار کریں اور کام کی باری آئے تو سارے پیچھے ہٹ جائیں اور خون دینے کی باری آئے تو پیچھے ہٹ جائیں۔ نہیں میں نے دیکھا ہے:

اِذَا اَمَرَھُمْ فَابْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ

جب اُن کے نبی علیہ السلام حکم دیتے ہیں تو سارے ہی تیار ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک شخص کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ یہ کام میرے حصے میں آئے اور میں یہ کام کر کے آؤں تیسرے نمبر پہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بڑا ہی حیران ہوا کہ

اِذَا تَوَضَّاَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ

جب ان کے نبی علیہ السلام وضو کرتے ہیں تو ان کے دیوانے مستعمل پانی بھی نیچے نہیں گرنے دیتے۔ لعاب دہن تو پھر بھی بدن سے پیدا ہوا تھا لیکن یہ پانی جو ابھی

مشکیزے میں تھا اس کو کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے لگا ہے تو اب اس کو اتنا عظیم سمجھا جا رہا ہے' نہ اُس کو نیچے گرنے دیتے ہیں' نہ اُس کی بے ادبی ہونے دیتے ہیں۔ اُس کو چومتے اور ماتھے پہ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں لوگو! پہلے یہ پانی عام تھا اب عظمت والے پیکر سے لگ کے یہ پانی بھی عظمت والا بن گیا ہے۔

منصب نبوت اور عقیدہ مومن کو سمجھنے کیلئے یہ کتنا حسین موقع ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اُس پانی کی بھی تعظیم کر رہے ہیں بلکہ اُس کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے مشکل کشائی اور حاجت روائی کیلئے استعمال بھی کرتے ہیں۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں تو صحابہ مستعمل پانی نیچے نہیں گرنے دیتے اُس وقت پانی کو حاصل کرنے کیلئے صحابہ کی حالت یہ ہوتی ہے

كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ

پانی حاصل کرنے کیلئے وہ جھگڑا بھی کرتے ہیں۔ ویسے تو آپس میں شیر وشکر ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں لیکن اس مقابلے میں پانی حاصل کرنے کیلئے جھگڑا بھی کرتے ہیں اور میرے نبی علیہ السلام نے ایک بار بھی منع نہیں فرمایا۔

نہ طبعی وجہ سے کہ گھبراہٹ آ گئی ہو کہ یہ کیا تم نے رش کیا ہوا ہے پیچھے ہٹو' مجھے وضو کرنے دو۔ وہ جو لکڑی کے عاشق کو گلے سے لگانے والے ہوں وہ ان عاشقوں کو کیسے پیچھے ہٹا سکتے تھے' نہ طبعی وجہ سے منع فرمایا اور نہ شرعی وجہ سے منع فرمایا۔ صحابہ پانی لیتے رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق فرماتے رہے اور قیامت تک کیلئے لوگوں کو یہ عقیدہ ملتا رہا کہ جس کو نبی مان لیا جائے۔ اُن کو خطاؤں سے اتنا پاک مانا جاتا ہے۔ اُن کے بدن کو اتنا نورانی مانا جاتا ہے کہ اُس بدن سے جو پانی لگ جائے اُس پانی کا بھی ادب کیا جاتا ہے اور اس انداز میں ادب کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

مَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ

اب پانی تو تھوڑا سا ہے لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تو چودہ سو ہیں، کئی مقام پر ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ اب ہر ایک کو ایک ایک قطرہ کیسے ملے گا تو اُن کی محبت نے خود فیصلہ کر لیا کہ جس صحابی کے ہاتھ پہ ایک قطرہ گرا ہے۔ بھائیو! اُس ہاتھ کو ہی ہاتھ لگا لیتے ہیں۔

مَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِهٖ

جس کو پانی نہیں ملتا تھا وہ اُس تر ہاتھ کو ہاتھ لگاتا تھا جس پر پانی کا ایک قطرہ گرا ہے وہ کیا ثابت کر رہے تھے۔ لوگو ہم تو تم پرست نہیں ہم حق پرست ہیں اور اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ منصب نبوت کی جو عظمت ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کا بدن تو عظمت والا ہے ہی بدن کی تو کوئی مثال نہیں۔ اُس جسم سے جو پانی لگا وہ بھی بے مثال اور وہ پانی جس ہاتھ پہ لگا وہ بھی بے مثال ہے۔ اب صحابہ کرام اُس ہاتھ کو ہاتھ لگا کر اس حیثیت کو واضح کر رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو چیز کئی سلسلوں سے منسوب ہو جاتی ہے وہ چیز بھی ہمارے نزدیک محترم اور عظمت والی بن جاتی ہے۔

چوتھے نمبر پر عروہ بن مسعود قریش کو جا کر یہ بتاتے ہیں کہ یہ بھی دیکھو اے قریش

اِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ

اُن کے پاس بیٹھنے والے شیر دل جن سے حکومتیں کانپتی ہیں وہ اپنے نبی علیہ السلام کے پاس یوں سانس روک کے بیٹھے ہیں کہ اُن میں کسی کی مجال نہیں کہ وہ بولے اور اپنے آواز اونچی کرے۔ باقی خاموش بیٹھے ہیں جن نے مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ ہی بولتا ہے لیکن اس انداز سے کہ وہ اپنی آواز کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچا نہیں ہونے دیتا۔

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

جو اللہ نے منصب نبوت کا ادب سکھایا ہے۔ اُس کو ادا کر رہے ہیں اُن میں سے کوئی اپنی آواز کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچی نہیں ہونے دیتا اور یہ ادب بعد والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اپنے جیسوں کا ادب کون کرتا ہے۔ آج کچھ لوگ اُن کی ذات کے برابر ذات اُٹھائے پھرتے ہیں۔ صحابہ کہتے ہیں اُن کی ذات برابر بات بھی نہیں کی جائے گی اور اُن کی

بات کے برابر بات بھی نہیں کی جائے گی اور اپنی بات کو بھی پست رکھا جائے گا۔

پانچویں نمبر پر عروہ بن مسعود قریش سے کہتا ہے:

مَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظْرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ (بخاری شریف جلد ا، ص ۳۷۹)

اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو پوری آنکھ کھول کے اُن کی طرف دیکھ رہا ہو۔ سارے دیکھنے کے مشتاق تو بڑے تھے۔ اُن کی اُس وقت عید ہوتی تھی جب رسول علیہ السلام کی دید ہوتی تھی وہ مشتاق بڑے تھے مگر ادب اتنا تھا کہ کہیں براہ راست آنکھیں چار ہونے سے توہین نہ ہو جائے۔

حالانکہ آنکھ کا نور بڑا نازک ہے جب بندہ دیکھتا ہے تو یہ کوئی تپش نہیں ہے جس سے دوسرے بندے کو تکلیف ہو یہ اگرچہ نرم نور ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اس سے بھی زیادہ نرم ہے۔

صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھتے ہیں آنکھیں کھول کھول کے نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا سائیڈوں اور آنکھ کے کناروں سے دیکھتے ہیں۔

تَعْظِیْمًا لَّہٗ

اے قریش وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے میں ان کی تعظیم کرتے ہیں

اب آپ دیکھیں کہ یہ وہ پانچ باتیں ہیں جن کو حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نوٹ کیا اور اُن پر اس کا اثر ہوا اور قریش کو جا کر انہوں نے لرزہ براندام کر دیا اور قریش واقعی مرعوب ہوئے کہ ہم سمجھتے تھے کہ وہ ایسے ہوں جیسے شاید کہ بادشاہ کے سپاہی ہوتے ہیں جب جنگ ہوگی کچھ بھاگ جائیں گے اور کچھ رہ جائیں گے۔

یہاں بادشاہ اور سپاہی والا معاملہ نہیں بلکہ یہاں تو منصب نبوت کے ادب والا معاملہ ہے اور یہ لوگ ایسے نہیں کہ وہ بھاگ جائیں گے۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بار بار جس کا مشاہدہ کیا وہ بتا رہے تھے کہ کہیں لعاب ماتھے پہ لگایا جا رہا ہے اور پانی کو اٹھایا جا رہا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ کام کرنے والے کوئی بدھو لوگ نہیں تھے

بلکہ یہ وہ لوگ تھے جن کو زمانہ سلام کہتا ہے۔ یہ کون تھے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو لعاب دہن لگا رہے یہ جاہل بدھو نہیں تھے۔ بھائیو!

یہ صدیق وعمر تھے رضی اللہ عنہما

یہ طلحہ وزبیر تھے رضی اللہ عنہما

یہ سعد وسعید تھے رضی اللہ عنہما

جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ماتھے پر لگا کر بعد والوں کو بتا رہے تھے تم کروڑوں مل جاؤ ہمارے قدموں کی خاک تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ہم ان کو اتنا عظیم سمجھتے ہیں کہ ان کا لعاب دہن بھی ہم ماتھوں پہ سجاتے ہیں۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو پانچ چیزیں بیان کی ہیں یہ محبت کا جذبہ ہے رب کعبہ کی قسم ہے۔ اگر آج کوئی اس کھوج میں نکلے کہ آج یہ عقیدہ کہاں رہتا ہے آج اس کا مسکن کیا ہے۔ آج یہ عقیدہ کس سینے میں موجود ہے اور بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں۔

یہ عقیدہ سنی کے سینے میں آج بھی موجود ہے۔

دوسری طرف کا کوئی محدث شیخ الحدیث مفتی جس کا سبق ہی یہ ہے کہ اُن کے بھی دو ہاتھ ہیں، ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں۔ اُن کے بھی دو قدم ہیں، ہمارے بھی دو قدم ہیں اُن سے جب پوچھو گے کہ نبی علیہ السلام کے لعاب دہن کا مرتبہ کیا ہے تو جو ذات کے مرتبے ایسے بیان کر رہے ہیں وہ لعاب کے مرتبے کو کیا بیان کریں گے۔ لیکن اہل حق اہل اسلام تم میں سے کوئی سادہ سا بندہ جو ریڑھی لگانے والا ہے، نہ محدث، نہ مفتی، نہ حافظ، نہ قاری، نہ عالم ہو اُس سے پوچھو اگر تجھے لعاب دہن مل جائے تو کیا قیمت دو گے۔ وہ کہے گا جان دے دوں گا، لعاب دہن لے لوں گا۔

یہ ہے عقیدہ مومن کی چمک جو آج بھی اللہ کے فضل سے ہمارے اہلسنت کے سینے میں موجود ہے۔